

فضلیتِ بخین
رضی اللہ عنہما

تالیف

مولینا شاہ عبدالعزیز دہلوی رحمہ اللہ علیہ

ترجمہ

مولینا محمد سلیمان صاحب انصاری

www.KitaboSunnat.com



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
مَوْلَانَا مُحَمَّدُ سَلِیْمَانُ صَاحِبُ اِنْصَارِی
مَوْلَانَا شَآهِ عَبْدِ الْعَزِیْزِ دَهْلَوِیِّ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَیْهِمَا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
قُلْ أَطِيعُوا اللّٰهَ
وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی اربنہ

محدث لائبریری

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب و سنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق و اجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے
کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی
کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے
درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

✉ KitaboSunnat@gmail.com

🌐 www.KitaboSunnat.com

افضلیت سنی

تالیف

حضرت شاہ عبدالغفر نیر رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ

محمد سلیمان انصاری

نائب ناظم جمعیت اہل حدیث لاہور

ناشر

الملکتیہ السلفیہ - شیش محل روڈ - لاہور

سلسلہ مطبوعات ۲۶

تالیف: — حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ: — محمد سلیمان انصاری، لاہور

طابع — حافظ عبدالرحمن گوہر دی

مطبع — استقلال پریس، لاہور

ناشر: — المکتبۃ السلفیہ

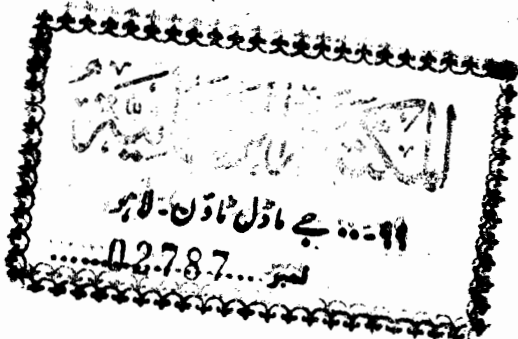
صفحات — ۵۶

21/8/11

10/2/11

قیمت — فی کاپی — ۶۲ پیسے

تاریخ اشاعت — مارچ ۱۹۶۵ء



پیش لفظ

۱۹۵۷ء کی کسی تاریخ میں حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کا ایک رسالہ "وسیلۃ النجات" نظر سے گزرا جس میں کسی بزرگ نے صدیقی اکبر اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہما اور دیگر صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی شان کے متعلق چند سوالات کے بعد حضرت شاہ صاحبؒ سے جواب طلب کیا تھا۔ اس وقت کی مراد زبان کے لحاظ سے اصل رسالہ فارسی زبان میں تھا۔ میں نے اس کا سلیس اردو میں ترجمہ کر دیا تاکہ عوام الناس کو صحابہ کرام کی شانِ قدسی معلوم ہو سکے لیکن بعض ناموافق حالات کی بنا پر اس کی طباعت نہ ہو سکی۔ اب توفیقِ الہی اس کو شائع کیا جا رہا ہے۔ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے آیاتِ قرآنی اور مستند شیعہ کتب کے حوالوں سے حضراتِ شیخین رضی اللہ عنہما اور دیگر صحابہ کا مومنِ کامل ہونا ثابت کیا ہے اور بتایا ہے کہ ان مقدس متہیبوں کے متعلق کسی قسم کی بدگمانی بھی اسلام سے خروج کا باعث ہو سکتی ہے، لہذا سب اہل اسلام کو عموماً اور شیعہ حضرات کو خصوصاً آیاتِ قرآنی اور اپنے مسلمہ اماموں کے اقوال کی روشنی میں حضراتِ شیخینؒ اور دیگر صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے متعلق ہر قسم کی بدگمانی اور وساوسِ شیطانی کو دل سے نکال باہر کرنا چاہیے۔ اور صحیح اسلامی عقیدہ پر عمل پیرا ہو جانا چاہیے۔

اس رسالہ کا نام "افضلیتِ شیخین" رکھا گیا ہے۔

اصل رسالہ میں آیاتِ قرآنی بلا حوالہ درج تھیں، میں نے رکوع اور پارہ کا مکمل حوالہ دے دیا ہے تاکہ قاری کو آیات کی تلاش میں سہولت رہے۔

رسالہ کے اختتام پر خلیفہ اول و ثانی رضی اللہ عنہما کی خلافتی زندگی کے چند واقعات درج کر دیئے گئے ہیں۔ جن کو نشانِ راہ بنا کر ہم بھی دنیا و آخرت میں سُرخ رُو ہو سکتے ہیں۔

خلیفتین کی زندگی کے یہ حالات جناب مولانا غلام رسول مہر صاحب کے دو مضمونوں کا ترجمہ ہے جو فروری و مارچ اور اگست ۱۹۵۲ء کو ماہنامہ "پنجابی" مرحوم کے دو شماروں میں اسلامی حکومت و اپہلا اور دو جہانِ نقشہ کے عنوان سے پنجابی زبان میں شائع ہوئے تھے۔ میں نے ان کو بھی اردو کے قالب میں ڈھال کر ان کا نام "سیرتِ شیخین کے چند اوراق" تجویز کیا ہے۔

اس رسالہ کی طباعت آفسٹ پر کرائی گئی ہے۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ اس رسالہ کو مقبولِ عام بنائے اور ہر قاری کے دل میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی محبت موجزن ہو جائے۔

ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد!

خیر اندیش

محمد سلیمان انصاری

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

افضلیتِ شیخین رضی

تمام تعریفیں جیسا کہ ان کے بیان کرنے کا حق ہے وہ اللہ ہی کے لیے ہیں۔ اور رحمت و سلامتی ہو اس کے حبیب اور آپ کے ساتھیوں پر۔ اے اللہ پھر نے ذلے دلوں کے ہمارے دلوں کو اپنے دین پر قائم رکھ!

سبب تالیف | ایک دوست نے جو شیعہ مذہب میں کافی دسترس رکھتے ہیں، مجھ سے استدعا کی کہ فرقہ ناجیہ (اہل السنہ والجماعہ) کی صداقت کے لائل لکھ دوں۔ چنانچہ میں بحکم ”الدین النصیحة“ ان کے ارشاد کی تعمیل میں یہ رسالہ لکھ رہا ہوں جس کا نام ”وسيلة النجاة“ تجویز کرتا ہوں۔ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ اَتَّبَعَ الْهُدٰی۔

سوال | اہل سنت اور شیعہ کے درمیان بہت دفعہ اس قسم کی گفتگو ہوتی رہتی ہے، اہل سنت دعویٰ کرتے ہیں کہ چونکہ ہمارا مذہب قرآن اور حدیث کے مطابق ہے۔ لہذا ہم حق پر ہیں۔ اور شیعوں کی تمام کتابیں باطل اور جھوٹ ہیں، نیز ان کا یہ دعویٰ کہ ہم اہل بیت کے مذہب پر ہیں بے بنیاد ہے، بلکہ

اہل بیت کے مذہب پر بھی ہم سہی ہیں۔

شیعہ کا بھی یہی دعویٰ ہے کہ ہمارا مذہب قرآن ہے اور ہم امام جعفر صادقؑ کے طریقہ پر ہیں، اور اہل سنت کی کتابیں ناقابل اعتبار ہیں، اندریں حالات آپ آیات قرآنیہ کی روشنی میں ایسی تحقیق فرمائیں کہ کسی کو دم مارنے کا یارا نہ رہے، اور تمام عذر کاٹ کر رکھ دیئے جائیں، تاکہ راہ حق کے متلاشی اس پر عمل کریں، اور باطل مذہب سے فوراً دستبردار ہو جائیں۔

جواب | براہِ دم! ہر فرقے کی کتابیں سر دست الگ رکھیے، اور سب سے پہلے ہر مذہب کی بنیاد تلاش کیجیے، جب تجھے ہر فرقہ کی بنیاد کا پتہ چل جائے، تو اس کو آیات قرآنی سے پرکھ لیا جائے پھر جس مذہب کے دلائل زیادہ مضبوط ہوں، اسی کو سچا جان کر اس کی کتابوں کو بھی پڑھیے اور ان پر عمل بھی شروع کر دیں، اور جس مذہب کی بنیاد باطل اور غیر قرآنی ہو، اس کو شیطان کے وسوسے سمجھ کر دیا بُرہ کر دیں، ان کے پیچھے نہ جائیں، بلکہ ان کو یعنی وساوس کو پارہ پارہ کر ڈالیں۔ یقین رکھیے کہ وہ اہل بیت کا مذہب ہرگز نہیں، بلکہ شیطان کا مذہب ہے۔

پس جاننا چاہیے کہ اہل بیت کے مذہب کی بنیاد یہ ہے کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، ہاجرین، انصار، اور سید المرسلین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دیگر ہزار ہا صحابہ کو ایمان دار

متقی، پاکباز اور راست گو جانا جائے، کیونکہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کیے، نمازیں پڑھیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں آپ کی مدد اور حمایت کی، اور آپ کی وفات کے بعد اپنی اپنی خلافت کے زمانہ میں عدل و انصاف اور سچائی کو اختیار کیا، اور اہل بیت کی خدمت و محبت کا حقہ بجالاتے، امیر المؤمنین حضرت علیؑ ان کے ہر مشورہ میں ہمیشہ شامل رہے۔ انہوں نے ان کے ہمراہ کفار سے جہاد کیئے، ان کے پیچھے نمازیں پڑھیں۔ ہمیشہ ان سے محبت رکھی، ان کی وفات کے بعد ان کے حق میں دعائے خیر کی، اور کثرت سے ان کی تعریف اور مناقب بیان فرمائے۔ اور شیعہ مذہب کی بنیاد خلفائے ثلاثہ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہزار ہا صحابہ کو کافر اور منافق کہنے پر ہے، شیعہ کہتے ہیں کہ یہ سب لوگ منافقانہ ایمان لاتے تھے، اور ان کی ہجرت بھی حصول ریاست اور دیوبی لالچ کی بنا پر تھی، اور ان کے تمام جہاد اور عبادتیں اللہ کی خوشنودی کے لیے نہ تھیں، بلکہ دکھلاوے کی تھیں۔ آنحضرتؐ کی وفات کے بعد انہوں نے اہل بیت کو تکلیف پہنچائی اور حضرت علیؑ کو دوست بھی نہ بنایا، بلکہ اس کا حق غصب کر لیا، رہا حضرت علیؑ کا ان کی پیروی کرنا اور ان کے ہمراہ نماز ادا کرنا، تو وہ تقیہ کے طور پر تھا، یہاں تک کہ حضرت علیؑ کا اپنی لڑکی کلثومؑ کو حضرت عمرؓ کے نکاح میں دینا، اپنے لڑکوں کے نام ابوبکر، عمر، عثمان رکھنا بھی

تقیہ کے طور پر تھا اور مخلص صحابہ تو بہت تھوڑے تھے یعنی حضرت ابو ذرؓ، حضرت سلمانؓ، حضرت مقدادؓ، حضرت عمیرؓ اور حضرت جابرؓ، اور چند اشخاص دوسرے۔

برادرِ مہجیب ہر مذہب کی بنیاد کا تمہیں پتہ چل گیا، تو اب اہل سنت کے دلائل منجیے۔ جو بہت سی آیات قرآنی ہیں، جن میں کی ہر ایک آیت اہل سنت کی بنیاد کو مثبت اور مستحکم کرنے کے لیے کافی ہے۔ یہاں مختصراً چند آیات قرآنی لکھی جاتی ہیں، قولہ تعالیٰ :-

وَالسَّابِقُونَ الْأَوَّلُونَ
مِنَ الْمُہَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ
وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ بِإِحْسَانٍ
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ
وَأَعَدَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ
تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا

مہاجرین اور انصار سے سابقین اولین ہیں، اور ان کی پیروی کر نیوالے ساتھ نیکی کے یعنی ایمان اور اطاعت کے، اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے اور اس صلہ میں اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے ایسے باغات تیار کیے ہیں کہ ان کے محلوں اور دختوں کے نیچے نہریں جاری ہیں اور یہ سب مہاجرین اور انصار اور ان کے تابعین بہشت میں رہیں گے۔

رکوع ۲ - پارہ ۱۱

(التوبہ ع ۱۳)

یہ آیت بر ملا پکار رہی ہے کہ مہاجرین و انصار سابقین سب کے سب جنتی ہیں۔ بلکہ ان کے بعد ان کے راستہ کو پسند کرنے والے اور ان کے نقش قدم پر چلنے والے بھی بہشتی ہیں، اور بلاشبہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مہاجرین اولین میں سے ہیں، ہجرت کے وقت وہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے اور حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ اور بہت سارے دوسرے صحابہ بھی مہاجرین اولین میں سے ہیں، یاد رہے کہ جو شخص حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو مہاجرین اولین میں سے نہیں جانتا وہ اس آیت کی وجہ سے کافر ہو جاتا ہے۔ قال اللہ تعالیٰ:

إِذْ أَخْرَجَهُ الَّذِينَ كَفَرُوا
ثَانِيَانِ إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ إِذْ
يَقُولُ لِصَاحِبِهِ لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللَّهَ
مَعَنَا ر: (پط۔ ع ۱۲)

جب نکال باہر کیا کفار مکہ نے دو شخصوں
کو۔ کہ دوسرا ان دو میں سے محمد رسول اللہ
تھا، جب وہ دونوں غار میں تھے جبکہ
کہہ رہا تھا ہمارا رسول اپنے خصوصی دوست

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو، آپ غم نہ
کیجیے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔

اور ان کے نقش قدم پر چلنے والے واقعی مہاجرین اور انصار ہیں، جو ان کے
بعد ایمان لاتے، ہجرت بھی کی، انصرتِ حق بھی، اور اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں
اس بات کی خبر دی کہ وہ لوگ ہمیشہ جنت میں رہیں گے، پس ثابت ہوا کہ وہ

لوگ قطعی جنتی ہیں، جو کوئی ان کو بہشتی نہ جانے وہ اس آیت کے انکار کی وجہ سے کافر ہو جائے گا۔

اگر اس مقام پر شیطان تجھے فریب دے کہ شاید اس آیت سے مراد وہ مہاجرین ہیں جن کے حق میں شیعہ حسن ظن رکھتے ہیں، کہ ان کی ہجرت فی سبیل اللہ تھی، اور ابو بکرؓ وغیرہ کی ہجرت دنیاوی لالچ کی بنا پر تھی، تو اس کے جواب میں کہو کہ اے اہلسنت تو جھوٹ بولتا ہے۔ بلکہ سب کی ہجرت فی سبیل اللہ تھی، چنانچہ ہجرت کے بعد سب سے پہلی آیت جو لڑائی کی اجازت کے بارہ میں اتری وہ یہ ہے :-

یعنی مہاجرین کو اب لڑائی کی بھی اجازت دے دی گئی ہے کیونکہ وہ مظلوم ہیں اور بے شک اللہ تعالیٰ ان کی مدد پر قادر ہے اور ان لوگوں کا اس کے سوا کوئی جرم نہیں تھا، کہ انہوں نے کہا ہمارا پروردگار اللہ ہے۔ اسی وجہ سے ان کو گھروں سے نکال دیا گیا۔

أَذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظَلِمُوا وَإِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ
الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ إِلَّا أَنْ يَقُولُوا رَبَّنَا اللَّهُ

رہا - ع ۱۱

پس یہ ثابت ہو گیا کہ تمام مہاجرین کی ہجرت خالص اللہ کے لیے تھی، نہ کہ دنیاوی لالچ کی بنا پر، اور یہ بھی ثابت ہو گیا کہ تمام مہاجرین رضی اللہ عنہم کی اللہ

تعالیٰ نے مدد کی۔ اے برادر! قرآن پڑھیں گا ایمان ہے وہ تسلیم کرے گا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو جنتی قرار دے دیا ہے، اور وہ جنت میں ہمیشہ رہیں گے، لہذا ایسے لوگوں کے تمام اعتراضات ساقط ہو گئے، کیونکہ اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے اور وہ جانتا ہے کہ فلاں بندہ سے فلاں وقت نیکی اور فلاں وقت بُرائی ظاہر ہوگی اس کے باوجود اگر اللہ تعالیٰ اس شخص کے بارے میں کہہ دے کہ وہ جنتی ہے، تو اس ضمن میں اس کی تمام لغزشوں کی مغفرت متحقق ہو گئی، اب دوسرے کسی کو طعنہ زنی کا کیا حق پہنچتا ہے، تو پھر اعتراض براہ راست اللہ تعالیٰ پر ہوگا، گویا کہ معترض کہتا ہے کہ ایسے شخص کو اللہ تعالیٰ نے کیوں جنتی قرار دیا ہے، اور ظاہر ہے کہ بارگاہِ ایزدی میں ایسی گستاخی کفر ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جس کو اللہ تعالیٰ جنتی کہہ دے وہ تو بہشتی ہی ہوگا۔ اور اللہ تعالیٰ کسی شخص کے اعتراض کی وجہ سے اسے دوزخی نہ کرے گا۔ لیکن اعتراض کرنے والا کافر ہو جائے گا۔ اس تقریر سے سب شبہات شیطانی رفع ہو گئے۔ لہذا سوالوں کے جواب کی طرف توجہ کی ضرورت تو نہیں۔ مگر سائل کی تسلی کے لیے شیطان کو مردود قرار دینا ضروری ہے۔

وَسُوسَةُ الشَّيْطَانِي | اگر شیطان کبھی یوں تجھے فریب دینے کی کوشش کرے کہ

سُورَةُ انفال میں جنگِ بدر کے سلسلہ میں یہ آیت نازل ہوئی تھی :-

اے ایماندار! جب کفار سے لڑائی کرو
تو پیٹھیہ ہرگز نہ دکھاؤ، اور جو کوئی بغیر

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا
لَقِيتُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا زَحْفًا فَلَا

کسی جنگی چال یا مومنین کی جماعت کے ساتھ ملنے کے بغیر میٹھی دکھائے گا، بے شک وہ اللہ کے غصے کے ساتھ لوٹے گا، اور اس کا ٹھکانا جہنم ہوگا۔

تَوَلَّوْهُمْ اِلَّا دُبَارَهُ وَمَنْ يُوَلِّهِمْ
يَوْمَئِذٍ دُبْرًا اِلَّا مَتَحَرِّرًا لِّقِنَالٍ
اَوْ مَتَّحِيْنًا اِلَىٰ فِتْنَةٍ فَقَدْ بَاءَ
بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَمَا وُجِّهَ
جَهَنَّمَ ط ر انفال - ۱۶ع

اور کہے کہ صحابہ بھی جنگ اُحد اور جنگِ حنین میں بھاگ گئے تھے۔

علاجِ رحمانی | اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ بدر کے میدان میں جہاں یہ آیت نازل ہوئی تھی، سب صحابہ نے پوری پوری ثابت قدمی دکھائی تھی۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اور البتہ بے شک اللہ تعالیٰ تمہیں بدر کے میدان میں مدد دی۔ حالانکہ تم کفار کی نگاہ میں بوجہ قلت کے ذلیل تھے

وَلَقَدْ لَصِرْكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ
وَ اَنْتُمْ اَذِلَّةٌ -

پ ۴ - ۱۳ع

نیز فرمایا:

یا دیکھیے۔ اے محمد جب وحی کرتا تھا
نیرا پروردگار طرت فرشتوں کے کہ میں
تھارے ساتھ ہوں تم مومنوں کو ثابت
قدم رکھو۔

اِذْ يُوحِي رَبُّكَ اِلَى الْمَلٰٓئِكَةِ
اِنِّي مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
رپ ۵ - ۲۴ع

علاوہ ازیں سورہ انفال میں سے میدان جنگ سے فرار کی حرمت ہی ثابت ہوتی ہے۔ فرار کا کفر ہونا اس سے نہیں نکلتا، اور یہ اللہ کا حق ہے کہ اگر چاہے تو بخش دے، چاہے تو عذاب کرے، اسی وجہ سے جب جنگ احد میں فرار واقع ہو گیا، تو اللہ تعالیٰ نے انہیں معاف فرما دیا۔ چنانچہ ارشاد ہے:

وَلَقَدْ عَفَا اللَّهُ عَنْهُمْ
اور اللہ نے انہیں معاف فرما دیا۔
پک - ع ۱۴،

پس اعتراض رفع ہو گیا۔

ہاں جنگ حنین کی ابتدا میں فرار ضرور ہوا تھا۔ لیکن بعد میں جب حضرت عباسؓ نے آواز دی کہ اے اللہ کے بندو! اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم تو یہاں ہیں، تو حضرت عباسؓ کی آواز پر سب صحابہ دوبارہ واپس آگئے، خوب خوب داد شجاعت دی، اور یہی ان کی توبہ تھی، جس کا تحقق ہو گیا۔ پھر انہیں کہ صحابہ حق کے مددگاروں میں سے تھے، اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدہ **رَكِبْنَا صِرَاتَ اللَّهِ مَتَّيْنًا** کا پیکر ۱۳ کے مطابق ان کی مدد کی، اور ان کے فرشتوں کے ذریعہ عیبی امداد بھیجی اور اطمینان قلب (جو کامل ایمان والوں کا خاصہ ہے) کی خوشخبری ان کے بارہ میں نازل فرمائی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ فِي مَوَاطِنَ
اللہ نے تحقیق مدد کی تمہاری اللہ نے بہت
كثيرةً وَايَوْمَ حُنَيْنٍ إِذْ أُنزِلَ
سی جگہوں میں، اور دن حنین کے اور

مَسْكِينَتَهُ عَلَى رَسُولِهِ وَعَلَى
 اتاری سکینت اپنی اپنے رسول پر اور
 الْمُؤْمِنِينَ - (پتہ - ۱۰ع) مومنین پر۔

کیونکہ حضرت عباسؓ کی آواز پر سب لوگ واپس لوٹ آئے، اور سخت
 لڑائی کر کے تلافی مافات کر دی۔ نیز فرمایا:

وَأَنْزَلَ جُبُودًا لَّهُمْ تَرَوْهَا
 اور فرشتوں کی فوج بھیجی کہ تم اے مومنو! ان فرشتوں کو نہیں دیکھ رہے تھے،
 وَعَذَابَ الَّذِينَ كَفَرُوا (پتہ - ۱۰ع) اور ان کفار کو عذاب میں مبتلا کر دیا۔

اے عزیز من! ذرا غور تو کرو کہ جن لوگوں کے حال پر اللہ کی رحمت کی اس
 قدر دستگیری ہو کہ بشری تقاضے کی بنا پر ان سے جہاں کہیں کوئی لغزش سرزد
 ہو جائے، تو اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں کو ان کی مدد کے لیے بھیج دیتا ہے، اور
 ان پر فوراً سکینتِ الہی نازل ہو جاتی ہے۔ پھر کیا مسلمانوں کا کام ہے، کہ
 رحمت اور بخشش کی تمام آیاتِ قرآنی کو بھول جائیں۔ اور اٹان بزرگوں کو
 نشانیہ طعن و تشنیع بنا نا شروع کر دیں۔ ایسی بد باطنی اور شیطانی شرارت
 سے اللہ کی پناہ۔

ہاں! اگر پھر بھی شیطان تجھے یہ دھوکا دینے کی کوشش کرے، کہ شاید وہ
 لوگ منافق ہوں، کیونکہ اس وقت منافق بھی تو تھے ہی، جیسا کہ قرآن مجید
 میں منافقوں کا ذکر بہت آیا ہے، تو اس کے جواب میں کہو، کہ ہاں منافقین

تو تھے لیکن وہ تو مدینہ کے ارد گرد کچھ دیہاتی لوگ تھے، اور کچھ خاص مدینہ کے رہنے والے، مگر مکہ سے آنے والوں (یعنی مہاجرین) میں سے تو کوئی منافق نہ تھا، اور ان انصار میں بھی کوئی منافق نہ تھا، جن کا ایمان، نصرتِ دینی، نفسِ قطعی سے ثابت ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَمِمَّنْ حَوْلَكُم مِّنَ الْأَعْرَابِ
 وَمِنَ الَّذِينَ يَدْعُونَ مِن دُونِ اللَّهِ
 مَنَافِقُونَ وَالَّذِينَ يَدْعُونَ مِن دُونِ اللَّهِ
 مَرَدُّوهُمُ إِلَى الْكُفْرِ سَاءَ مُرْتَقِدُونَ
 وَمِنَ الَّذِينَ يَدْعُونَ مِن دُونِ اللَّهِ
 مَنَافِقُونَ وَالَّذِينَ يَدْعُونَ مِن دُونِ اللَّهِ
 مَرَدُّوهُمُ إِلَى الْكُفْرِ سَاءَ مُرْتَقِدُونَ
 اور بعض لوگ تمہارے ارد گرد رہنے والے خانہ بدوشوں سے بھی منافق ہیں، اور مدینہ والوں سے بھی بعض ایسے ہیں جن کی عادت میں نفاق ہے۔ اے محمد! تم ان کو نہیں جانتے۔ یہیں ان کا

خوب علم ہے۔

لیکن بعد ازاں اللہ تعالیٰ نے ان منافقوں کو علیحدہ کر دیا، چنانچہ اللہ تعالیٰ

فرماتا ہے:

مَا كَانَ اللَّهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِينَ
 عَلَىٰ مَا أَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتَّىٰ يَمِيزَ
 الْخَبِيثَاتِ مِنَ الطَّيِّبِ. (پ - ۴)

نہیں لاتی ہے اللہ کو کہ مومنوں کو اس حال میں چھوڑ دے جس میں کہ میں یہاں تک کہ بلید اور پاک کو جدا جدا کر دے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے منافقوں کا امتیاز کر کے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے حال سے مطلع فرما دیا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے

صحابی صرف حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کو ان کے نام بتاتے، لیکن ان منافقین کے لڑکے چونکہ مخلص مسلمان تھے، اس وجہ سے دوسرے صحابہ پر ظاہر نہ فرمایا، تاکہ ان کی رسوائی نہ ہو۔ اگرچہ بہت سارے منافق اپنی منافقانہ عادات کی وجہ سے خود ہی رسوا ہو گئے، اور سب لوگوں نے ان کو پہچان لیا۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے منافقین کی علامات قرآن میں ذکر فرمائیں، اور ان کے حق میں سخت وعید بیان فرمائی۔ چنانچہ باحسن وجوہ ظاہر ہو گیا کہ جن صحابہ کے حق میں اہل سنت اچھا عقیدہ رکھتے ہیں، ان میں سے کوئی بھی منافق نہ تھا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے منافقوں کے حق میں فرمایا ہے:

فَاتُ يَتَوَلَّوْا بِكَ خِيْرًا	پس اگر منافق لوگ تائب ہو جائیں
كَلْهَمٌ وَاِنْ يَتَوَلَّوْا يَعْذِبْهُمْ	تو یہ ان کے لیے بہتر ہوگا، اور اگر
اللَّهُ عَذَابًا اَلِيْمًا فِي الدُّنْيَا وَاَلْاٰخِرَةِ وَاَمْوَالَهُمْ فِي الْاَرْضِ	رُوگردانی کریں تو عذاب کرے گا ان کو
مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا لِيْبِيْهِ	اللہ تعالیٰ عذاب دردناک دینا
	اور آخرت میں اور نہ ہوگا واسطے ان کے
	زمین میں کوئی دوست اور نہ ہی

(پتہ: ۱۶)

مددگار۔

یعنی زمین میں ان کی کوئی مدد نہ کرے گا۔

لیکن اللہ تعالیٰ نے ہاجرین کے اوصاف اچھے بیان فرماتے ہوئے ان کو

اپنی مدد کا وعدہ دیا ہے، چنانچہ گزشتہ آیت جو اجازتِ جہاد کے بارہ میں ذکر کی گئی ہے، یہ الفاظ قابلِ غور ہیں۔

إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ (پٹا۔ ۱۳۷) یعنی اللہ تعالیٰ مہاجرین کی مدد کرنے پر قادر ہے، یعنی ان کی مدد کرے گا، اور انہی مہاجرین کا ذکر اس آیت میں یوں بھی ہے :-

وَلَيَنْصُرَنَّ اللَّهُ مَن يَبْغِيهِ
 (ایضاً) یعنی اللہ ہر اس شخص کی مدد کرے گا جو اس کے دین کی مدد کرتا ہے۔

اور اس میں شک نہیں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جو صحابہ آپ کے بعد رہے، ان سب کی خصوصاً خلفائے راشدین کی اللہ تعالیٰ نے خوب خوب مدد کی، انہوں نے ہزاروں مشرکین اور مرتدین کو قتل کیا، اور کسریٰ و قیصر کی سلطنت کو درہم برہم کر دیا، خلفاءِ ثلاثہ کی ہجرت اللہ تعالیٰ کے راستہ میں تھی، اللہ نے مہاجرین کو اپنی نصرت کا جو وعدہ دیا تھا، ان کے حق میں بدرجہ اتم سچ کر دکھایا، اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ تمام صحابہ خدا کے دین کے مددگار تھے، اگر منافق ہوتے تو کوئی بھی روتے زمین پر ان کا یار و مددگار نہ ہوتا، اور یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ قرآن مجید کا انکار کرنے والے یہ حضرات جو یہ کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد طالبِ خلافت ہوتے اور اتمامِ حجت کے لیے مہاجرین و انصار کے گھر گھر پھرے۔ مگر کسی نے ان کی

مخلفائے راشدین کے ساتھ تمام صحابہ نے تقاضا کیا۔ اس تقریر سے ثابت ہو گیا کہ

حمایت اور امداد نہ کی، تو یہ بات صریح کفر اور ظاہر جھوٹ ہے، اور آیت ہذا کا صاف انکار ہے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے مہاجرین سے اپنی مدد کا وعدہ فرمایا ہے، اور بلاشبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ مہاجرینِ اولین کے طبقہ اعلیٰ سے تھے۔ پس یہ ناممکن ہے کہ ان کو کبھی مدد کی ضرورت ہو اور ان کو حاصل نہ ہو۔ اصل بات یہ ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی نسبت یہ بات جو لوگ کہتے ہیں، وہ ان کے سخت دشمن ہیں، کیونکہ عدمِ مدد تو قرآن کی رو سے منافقین کے لیے ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:-

مَا لَهُمْ فِي الْأَرْضِ مِنْ وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ۔ کہ ان کا زمین میں کوئی بھی دوست اور مددگار نہیں ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پتھے دوست اہل سنت ہیں جو ان سے محبت کرتے ہیں، اور معاذ اللہ! منافقین کے مصداق سے ان کو دور رکھتے ہیں، اہل سنت کو یقین ہے کہ اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ طلبِ خلافت کے لیے اٹھتے اور اس کا ارادہ رکھتے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے حق میں کچھ سنا ہوتا، تو وہ ضرور منصبِ خلافتِ اولیٰ پر سرفراز کیے جاتے، اور سب لوگ ان کے ساتھ ہوتے، جیسا کہ مہاجرین کے حق میں قرآن مجید میں وارد ہوا ہے۔

پس معلوم ہو گیا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابو بکر صدیق

کی خلافت کو صدق دل سے تسلیم کیا، اور ان کی بیعت کی تھی اور ہمیشہ ان کے معین و مددگار رہے۔ واللہ اعلم بالصواب نیز سنو! اللہ تعالیٰ منافقین کی سزائی کے بارہ میں کیا فرماتا ہے:

لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ الْمُنَافِقُونَ
وَالَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ
وَالْمُرْجِفُونَ فِي الْمَدِينَةِ
لَنُغْرِبَنَّكَ بِهِمْ ثُمَّ لَا يُجَاوِزُونَكَ
فِيهَا إِلَّا قَلِيلًا مَلْعُونِينَ ۗ

اگر باز نہ آئیں منافق اور جن لوگوں کے
دلوں میں بیماری ہے اور انکل سچو
لگانے والے مدینہ میں، ضرور مسلط کر
دیں گے تم تجھ کو اسے نبی پھر نہ تیرے
نزدیک تھوڑی دیر ہی رہ سکیں گے۔
ملعون ہو کر۔ (پ ۲۶ - ۵۷)

یعنی بہت جلدی شہر مدینہ سے ذلیل و خوار ہو کر نکل جائیں گے۔ یہ بھی

فرمایا:

آيِنَّمَا تَقْفُوا اٰخِذُوا
فَقْتُلُوا تَقْتِيلًا - (ايضاً)

جہاں کہیں پاتے جائیں گے پکڑے
جائیں گے اور خوب قتل کیے جائیں گے

اس آیت سے پتہ چلتا ہے کہ جن لوگوں نے نفاق سے توبہ نہ کی، ان میں سے کوئی بھی مدینہ منورہ نہ رہے گا، بلکہ وہ سب تباہ و برباد ہو جائیں گے۔ اس آیت سے بھی ثابت ہوا کہ تمام صحابہ جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مدینہ میں باقی رہے، وہ سب ہی اللہ کے دین کے مددگار ختی پرست اور آنحضرت

کے مخلص ساتھی تھے، لہذا جس بات پر وہ منتفق ہو گئے، وہ عین سچ اور ہدایت
تھا، ظلم اور گمراہی ہرگز نہ تھا۔

جب منافقوں کی بُرائی معلوم ہو گئی۔ تو اب ہاجرین کے اوصاف جو
اس کے برعکس ہیں وہ بھی سُن لو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَالَّذِينَ هَا جَبُوا فِي اللَّهِ	جن لوگوں نے اللہ کی راہ میں ہجرت کی
مِنْ بَعْدِ مَا ظَلَمُوا لَنُبَيِّنَهُمْ	بعد اس کے کہ ان پر کفار مکہ نے ظلم کیا
فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَلاَ جَزَاءَ لَآخِرَةٍ	ضرور جگہ دیں گے ہم ان کو دنیا میں اچھی
أَكْبَرُ۔ (پہلا ع ۱۲)	یعنی مدینہ مطہرہ میں، اور ثواب
	آخرت کا سب سے بڑا ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ کوئی شخص اگر قرآن کے ساتھ ایمان رکھتا ہو، تو اس کے
تمام شیطان و وسوسوں کو دُور کرنے کے لیے یہ ایک آیت ہی کافی ہے کیونکہ اللہ
تعالیٰ نے اس آیت میں ہاجرین فی سبیل اللہ سے دو وعدے کیے ہیں ایک
دنیا میں اور ایک آخرت میں، اس میں شک نہیں کہ دنیا کا وعدہ پورا کر دیا، اور
تمام ہاجرین مدینہ منورہ میں متمکن ہوئے۔ خصوصاً خلفائے ثلاثہ کہ اپنی زندگی میں
بھی وہیں رہے، اور وفات کے بعد دفن بھی وہیں کیے گئے، شیخین کی قبریں بھی
آنجناب رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ملی ہوئی ہیں، اور حضرت عثمان
رضی اللہ عنہ بھی اسی جنت البقیع میں رونق افروز ہیں۔

اگر یہ بزرگ معاذ اللہ منافق ہوتے تو حکم آیت سابقہ جو منافقین کے بارے میں ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے رسول کو ان پر مسلط کر دیتا، اور وہ بہت جلدی مدینہ سے نکال دیئے جاتے، بلکہ گرفتار ہو کر ذلت و خواری سے قتل کر دیئے جاتے۔ اور کوئی شخص ان کی بات بھی نہ سنتا، چہ جائیکہ ان کو امام اور خلیفہ تسلیم کیا جاتا۔ پس آفتاب نصف النہار کی طرح واضح و لائح ہو گیا کہ خلفائے ثلاثہ مہاجرین فی سبیل اللہ اور قطعی جنتی ہیں۔ آخرت میں ان کا اجر و ثواب دوسرے وعدہ کی بنا پر بہت ہی زیادہ ہو گا۔ اسی طرح دوسرے صحابہ ہیں۔ کہ آپ کی وفات کے بعد وہ سب لوگ مدینہ میں باقی رہے، اور اللہ کے دین کے حامی و ناصر رہے، اور وہ کامل ایمان والے تھے اور کسی قسم کے نفاق کو حکم آیات قرآنی ان کے ارد گرد کوئی راہ نہ تھا، بنا بریں جس چیز پر بھی انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اتفاق کر لیا، وہی عین ہدایت اور دیانت ہے۔ مسلمان کا کام نہیں کہ ان تمام نصریات قرآنی کے ہوتے ہوتے ان میں سے کسی پر اعتراض کرے۔ پھر بھی اگر شیطان تیرا چچا نہ چھوڑے اور تجھے فریب دے کہ شاید پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اقدار اور غلبہ کے وقت کوئی چیز ان سے خلاف شرع صادر ہوتی ہو (جیسا کہ شیعہ اسی وجہ سے شبہ میں پڑے ہوتے ہیں)، ان کے جواب میں کہو کہ تم غلط کہتے ہو، اس لیے کہ انہوں نے اپنے ایام خلافت میں، جو عظیم کارنامے سر انجام دیئے ہیں وہ تعصب اور فساد کی بنا پر نہیں، بلکہ تقاضائے امر بالمعروف

اور نبی عن المنکر تھے اور برائے اجرائے احکام شرعیہ تھے۔
چنانچہ اللہ تعالیٰ مہاجرین کے وصف میں اس آیت میں جو اوپر لٹرائی کی
اجازت کے بارہ میں لکھی گئی ہے، فرماتا ہے:

اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنْتُمْ فِي
الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَآتَوْا
الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ
(نچیا۔ ع ۱۳)

اگر ہم ان مہاجرین کو زمین میں جگہ اور
قدرت دے دیں یہ خود بھی نماز قائم
کریں اور زکوٰۃ ادا کریں۔ اور دوسروں
کو بھی شرعی احکام پر عمل درآمد کا حکم
کریں گے اور برائیوں اور خلاف
شرع کاموں سے روکیں گے۔

پس ناممکن ہے کہ مہاجرین کو جب حکومت اور اقتدار مل گیا تو ان سے کسی
قسم کا ظلم اور فساد ظاہر ہوتا ہو۔ چنانچہ ان کی طرف ظلم منسوب کرنا۔ اس آیت
سے انکار ہوگا۔ (نعوذ باللہ منہ)
پھر اگر کوئی شخص دوسرے شیطانی کاشکار ہو۔ اور کہے کہ قرآن میں یہ بھی تو
وارد ہے :-

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
مَنْ يُّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ
يَاْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهُ

اے ایماندارو! جو کوئی مرتد ہو جائے
تم میں سے اپنے دین سے۔ پس
جلدی لائے گا اللہ تعالیٰ اس قوم کو

جو پسند کرتا ہے وہ ان کو اور پسند کرتے
ہیں وہ لوگ اس کو۔ ایسے لوگ مومنوں
پر مہربان ہونگے اور کافروں پر غالب
آجائیں گے۔

أَذَلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ أَعِزَّةٍ
عَلَى الْكَافِرِينَ۔

(پ ۱۲ ع)

وہ اللہ کی راہ میں مرتدوں سے جہاد
کریں گے اور کسی ملامت کرنے والے
کی ملامت سے نہیں ڈریں گے۔

يُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ
اللَّهِ وَلَا يَخَافُونَ كُوفَةً

لَا يُمْ۔ (پ ۱۲ ع۔)

یہ آیت صدیق اکبرؓ اور تمام صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے کمال
مناقب پر دلالت کرتی ہے، کیونکہ انہوں نے حضرت صدیق اکبرؓ کی خلافت
میں مسلمہ کذاب اور اس کی پارٹی کے مرتدوں کو اور منکرین زکوٰۃ کو قتل کیا، جیسا کہ
اپنی جگہ یہ قصہ تفصیل مذکور ہے، اور ان سب سے جہاد کیا اور ان سب کو
تہ تیغ کر دیا۔ اور بعض کو اسلام کی طرف واپس لائے۔

اس آیت سے بھی صحابہ پر مرتد ہونے کی تہمت ایسے عمدہ طریقہ سے
باطل ہو گئی جس سے زیادہ مقتدر نہیں۔ اگر صحابہؓ سے (معاذ اللہ) کوئی مرتد
ہوتا، تو دوسرے تمام صحابہ جو کامل ایمان والے تھے، ان سے جہاد کرتے، اور
انہیں قتل کر دیتے، اور اس میں شک نہیں کہ خلفائے ثلاثہ سے کسی مومن
کامل نے ہرگز جنگ نہیں کی۔ بلکہ مومنین کا ملین حضرت علیؓ، حضرت ابوذرؓ نے

ان کی تابعداری کی، اور ان سے اس معاملہ میں موافقت کی جس سے واضح ہو گیا کہ وہ سب مومنینِ کامل، قطعی حقیقی، اور مہاجرینِ سبیل اللہ تھے، علاوہ ازیں صحابہ کے اوصاف میں بے شمار آیاتِ قرآنی وارد ہیں۔ ایک جگہ فرمایا :-

وَأَعَدَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي
تحتها الأنهارُ خَالِدِينَ فِيهَا
آبَدًا - (پہلے - ع ۲۶)

تیار کیے اللہ تعالیٰ نے ان کے
یہ ایسے باغات جن کے نیچے
نہریں بہتی ہیں۔ وہ ان باغات میں
ہمیشہ رہیں گے۔

اس آیت سے ظاہر ہو گیا کہ تمام مہاجر و انصار عین حق پر، کامل ایمان والے اور ہدایت یافتہ تھے، اور ان کا اتفاق اللہ تعالیٰ کو مقبول اور پسند تھا۔ پس کسی کو ان پر طعن و تشنیع کرنا جائز نہیں ہے۔ بلکہ دن رات ان کے حق میں بخشش کی دُعا کرنا مسلمان کا کام ہونا چاہیے۔ جو شخص ان پر طعن و تشنیع کرتا ہے، ان کے حق میں دعائے خیر نہیں کرتا، بلکہ ان کے ساتھ کینہ رکھتا ہے، وہ کافر اور مسلمانوں کی جماعت سے خارج ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو تین اقسام پر تقسیم فرماتا ہے۔

قسم اول

يَلْفُفُوا بِالْمُهَاجِرِينَ الَّذِينَ
یعنی غنیمت کا مال ان فقراء کا حق

اٰخِرُ حَٰجَاتٍ مِنْ دِيَارِهِمْ وَاَمَّا لَيْسَ
 يَتَّبِعُونَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَ
 رِضْوَانًا وَنَبِيٍّ مِّنَ اللّٰهِ وَ
 رَسُوْلًا اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ
 (پہلے صفحہ ۴)

ہے جو اپنے گھروں سے نکالے گئے یاوں
 سے بیدخل کر دیئے گئے۔ اس حال میں
 کہ وہ اللہ کے فضل اور اس کی رضا مندی
 کے طالب تھے، اور اللہ ورسول کی مدد
 کرتے تھے یہی لوگ صادق ہیں۔

یعنی ان کی ہجرت خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تھی اور دین
 حق کی نصرت کے لیے تھی، ذبیحی اغراض کے لیے ہرگز نہ تھی، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔
 اور مالِ غنیمت ان لوگوں کے لیے ہے
 جنہوں نے مہاجرین سے امن والے گھروں
 کو اپنا مسکن بنایا۔ جن لوگوں نے ان کی
 طرف ہجرت کی ان سے محبت کرتے ہیں۔
 اور اپنے دلوں میں اس چیز سے جو وہی جاتی
 ہے کسی قسم کا بغض اور کینہ نہیں کرتے اور
 ایشا کرتے ہیں اور مقدم رکھتے ہیں انصار مہاجرین کو اپنی جانوں پر، اگرچہ وہ خود بھی
 ضرورت مند ہوں۔

قسم دوم | اَوَالَّذِيْنَ تَبَوَّءُوا
 الدّٰرَ وَالْاٰيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ
 يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ وَ
 لَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً
 مِّمَّا اُوْتُوْا (پہلے صفحہ ۴)

یعنی اگرچہ انصار خود بھی مال کی ضرورت رکھتے ہیں لیکن اپنی بلند حوصلگی کی وجہ
 سے چاہتے ہیں کہ مہاجرین کی ضرورتیں پوری ہو جائیں۔ اور تمام مال انہی پر تقسیم

ہو جائے۔ اور جو کوئی اپنے نفس کے بخل سے بچا یا گیا پس یہی لوگ نجات پانے والے ہیں۔

اے عزیز! اللہ تعالیٰ اس آیت میں انصار کی مہاجرین سے محبت اور بزرگ جاننے کی تعریف فرماتا ہے، اور اسی وجہ سے ان کی نجات کو اس سے وابستہ کر دیا، پس جس شخص کو نجات اور کامیابی کا راستہ تلاش کرنا مقصود ہو، تو وہ بھی انصار کی طرح مہاجرین سے محبت کرنا اپنا شیوہ بنا لے، اور ان سے کینہ و عداوت اور ان پر طعن و تشنیع کرنے سے دُور رہ کر دن رات ان کے حق میں دعائے مغفرت کرے، تاکہ تیسری قسم کے لوگوں کے ساتھ ان کا حشر ہو دے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اور مالِ غنیمت ان لوگوں کے لیے ہے	تیسری قسم وَالَّذِينَ جَاءُوا مِنَّا
جو مہاجرین اور انصار کے بعد آئے،	بَعْدَهُمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا
اور کہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار	وَالِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ
ہمیں بھی بخش لے اور ہمارے ان بھائیوں	وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًّا لِلَّذِينَ
کو بھی جو ہم سے پہلے ایمان کے ساتھ گزر	آمَنُوا رَبَّنَا إِنَّكَ رَؤُوفٌ رَحِيمٌ
چکے ہیں اور نہ کر ہمارے دلوں میں کینہ	(پہلا - ع ۵)

لوگوں کے لیے، جو ایمان لے آئے (یعنی صحابہ کے حق میں دعائے خیر کرتے ہیں)، اور کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمارے دلوں کو صحابہ کے بارے میں بغض سے پاک کر دیوے،

اے ہمارے پروردگار بے شک تو ہی شفقت کرنے والا نہایت مہربان ہے۔
 زبھاری دعا قبول فرما۔

اس آیت سے بھی ثابت ہوا کہ صحابہ کے حتیٰ میں دعائے خیر کرنا چاہیے اور
 کیونکہ ایک طرف رکھ دینا چاہیے، اور کسی وجہ سے بھی زباں درازی نہ کرنا چاہیے تاکہ
 اہل اسلام کے زمرہ میں شمار ہو، ورنہ مسلمانوں کی تینوں قسموں سے خارج ہو جائے گا۔
 (نعوذ باللہ من عذاب اللہ، الحمد للہ کہ اہل سنت کے مذہب کی بنیاد اس پر
 ہے، اور یہ بنا اتنی مضبوط ہے کہ اگر تمام انسان اور جن مل کر اس کو ہلانا اور
 جھنڈ دینا چاہیں تو وہ یہ نہیں کر سکتے۔

ہاں اس بنیاد کو اس وقت ہلایا جاسکتا ہے کہ جس طرح اہل سنت نے مہاجرین
 اور انصار وغیرہ اور نیکو کار صحابہ کا ایمان آیات بنیات اور نصوص قطعہ سے
 ثابت کر دکھایا ہے، اور وساوسِ شیطانی کو کئی وجہ سے گردوغبار کی طرح اڑا دیا
 ہے کہ ان کا کوئی نشان تک نہیں رہنے دیا، اسی طرح مخالفین بھی اگر اپنے دعویٰ
 میں سچے ہیں تو اس پر وہ بھی ہماری طرح اس قسم کی محکم آیات لائیں جن پر کسی قسم
 کی تاویل کی گنجائش نہ ہو۔ وہ آیتیں مہاجرین اور انصار کے کفر اور نفاق پر دلالت
 کرتی ہوں، تاکہ ان پر علمی طور سے سوال و جواب کے طور پر بحث کی جاسکے، ورنہ
 بلاوجہ ان کی شان میں زباں درازی کرنا، اور آیات اور نصوص قطعہ کا انکار کر کے،
 اپنے آپ کو آئینِ دوزخ کے لائق بنانا ہے، اور مسلمانوں کی تیسری قسم سے بھی

خارج ہو جانا ہے۔ یہ معلوم ہونا چاہیے کہ قرآن میں ایک آیت بھی مہاجرین اور انصار کے نفاق پر دلالت کرنے والی نہیں۔ اور یہ بیوی بھی کیسے سکتا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ خود ان کی مدح و ستائش بیان فرماتا ہے، اور ان کے ایمان۔ تقویٰ۔ جہاد۔ نماز وغیرہ نیک اعمال کا ذکر کرتا ہے۔ فرمایا (كَلَّا وَعَدَّ اللَّهُ الْحَسَنَىٰ) اور ان سب کو اللہ تعالیٰ نے اچھا وعدہ دیا ہے یعنی انعام و اکرام والے جنت میں ہمیشہ رہنے کی خوشخبری دی۔ پھر کس طور سے ان کو منافق اور کافر کہا جائے گا۔ (معاذ اللہ من الکفر والنفاق) اصل بات یہ ہے کہ ان منافقین کے مذہب کی بنیاد آیات قرآنی پر نہیں بلکہ ایسے تاریخی قصوں پر ہے جو بالکل واهیات ہیں۔ جن جھوٹے اور باطل قصوں کو قرآن مٹانے آیا ہے۔ ان لوگوں کا مذہب اہل بیت کا مذہب ہرگز نہیں ہے۔ کیونکہ اہل بیت کا مذہب قرآن کے خلاف کیسے ہو سکتا ہے۔ اہل بیت کا مذہب یہی ہے جس پر اہل سنت گامزن ہیں، جو مذہب قرآن کے موافق ہے۔

اگر کوئی سو سوہ اب بھی باقی ہے تو سنو! زین العابدین علی بن حسینؑ صحیفہ کاملہ میں جو شیعہ کے ہاں نہایت معتبر، متداول و معمول ہے، کیا فرماتے ہیں :-

مطلب اس عبارت کا یہ ہے، کہ
اے خدا تمام پیغمبروں کے ساتھیوں

اللَّهُمَّ وَاتَّبَاعِ الرَّسُولِ وَ
مُصَدِّقِيهِمْ مِنْ أَهْلِ الْأَرْضِ

جنہوں نے کفار کی مکذیب کے وقت
 ان پیغمبروں کی تصدیق کی اور ان
 کے ساتھ ایمان لائے بخشش کر
 اور ان سے راضی ہو جا، ساتھ
 یاد کر اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے
 صحابہ کی فضیلت تمام پیغمبروں کے
 صحابہ پر ہے، چنانچہ آنحضرت
 صلی اللہ علیہ وسلم تمام رسولوں کے
 سردار ہیں، اور آپ کے صحابہ
 تمام پیغمبروں کے صحابہ کے سردار
 ہیں، چنانچہ اصحاب محمد صلی اللہ علیہ
 وسلم کے حق میں امام زین العابدین
 نے خصوصی دعا فرمائی۔

خدا یا خاص طور پر اصحاب محمد صلی
 اللہ علیہ وسلم پر اپنی مہربانی کر اور
 انہیں اپنی بخشش اور رضامندی سے
 نواز۔

بِالْغَيْبِ عِنْدَ مُعَارَضَةِ الْمُعَانِدِينَ
 لَهُمْ بِالتَّكْذِيبِ وَالْإِشْتِاقِ
 إِلَى الْمُرْسَلِينَ كَمَا بِحَقَائِقِ
 الْإِيْمَانِ بِكُلِّ دَهْرٍ وَزَمَانٍ
 أُرْسِلَتْ فِيهِ رَسُولًا وَأَقْنَمَتْ
 لِأَهْلِيهِ دَلِيلًا مِنْ لَدُنِ
 آدَمَ إِلَى مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
 وَسَلَّمَ مِنْ أَيْمَنَةِ الْهُدَى
 وَقَدْ وَجَّهَ أَهْلَ التُّنْفَى عَلَى
 جَمِيعِهِمُ السَّلَامَ فَأَذْكَرُهُمْ
 مِنْكَ بِمَغْفِرَتِي وَرِضْوَانِ -

اللَّهُمَّ وَأَصْحَابِ مُحَمَّدٍ صَلَّى
 اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -

اس کے بعد حضرت موصوف صحابہؓ کی مدح پر آتے ہیں تو فرماتے ہیں،
 جنہوں نے اچھا کیا پیغمبر کا ساتھ اور
 اس ساتھ کا حق خوب بجالائے اور
 جنہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد
 میں اپنی جان و مال کہ بہتر طریق پر صرف
 کر دیا یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 کو درمیان میں لا کر دشمنوں سے محبت
 کی۔

وَاسْتَجَابُوا لِدَعْوَتِهِ
 وَاسْتَجَابُوا لَهُ حَيْثُ
 أَسْمَعَهُمْ حُجَّةً سَأَلْتَهُ -

اور بہت جلدی آپ کی دعوت کو
 قبول کر دکھایا۔
 اور جب انہوں نے ان کی رسالت کی
 دلیل سن لی تو اسے فوراً قبول کر لیا
 (یعنی قرآن کو)

وَفَارَقُوا الْأَزْوَاجَ وَالْأَوْلَادَ
 فِي إِظْهَارِ كَلِمَتِهِ -

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کلمہ
 اور دین کو بلند کرنے کے لیے اپنے
 بیوی بچوں تک کو چھوڑ دیا، یعنی ہجرت
 کی، جو صرف خوشنودی خدا اور اظہارِ اسلام

کے لیے تھی نہ کہ دنیاوی لالچ کے لیے۔
 اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت
 کو مستحکم کرنے کے لیے اپنے باپ بیٹوں
 سے جنگ و جدال کیا۔ وہ آنحضرت کی
 مدد اور خدمت کرتے ہوئے کفار پر غالب
 آگئے۔

وَقَاتِلُوا الْآبَاءَ وَالْأَبْنََاءَ فِي
 تَثْبِيْتِ بَنُوْتِهِ -

ہر وہ شخص جو دین اور عقل رکھتا ہے، اس پر مخفی نہیں کہ یہ تمام اوصاف صحابہ
 رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ہیں۔ خواہ وہ مہاجر نبیوں یا انصار سب نے اسلام
 کی مدد اور حمایت کی۔ اپنے باپوں اور بھائیوں سے جنگ کی۔ اسلام کو قیام
 کیا۔ ہر معرکے اور غزوے میں حاضر ہوئے، اور دشمنان دین پر فتح حاصل کی
 صرف چند صحابہ جابرؓ و ابوذرؓ وغیرہ نے ہی تمام جنگوں میں فتح حاصل نہیں کی
 اور نہ ہی کفار کو قتل کر کے غلبہ حاصل کیا۔ ”غزوہ بدر“ میں تین سو تیرہ صحابہ
 تھے۔ اور اُحد میں ایک ہزار، ”حنین“ میں بارہ ہزار اور ”تبوک“ میں تیس ہزار
 صحابہ تھے، اسی طرح اکثر لڑائیوں میں ہزار ہا صحابہ تھے۔ ان سب نے حتی
 کی مدد اور حمایت کی اور سب کو غلبہ حاصل ہوا۔

اوپر کی عبارت سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت زین العابدین (علی بن حسینؓ)
 کا مذہب بھی یہی ہے کہ تمام صحابہ بخشے ہوئے جنتی ہیں، اور لائق مدح و ثنا

ہیں، پس اس سے مخالفین کے مذہب کی بنیاد جو صحابہ کو چند شخصوں میں منحصر کرتے ہیں، جڑ سے اکھڑ گئی، اور ظاہر ہو گیا کہ یہ قول اہل بیت کا نہیں ہے، بلکہ شیطانی و سوسہ ہے، جس سے اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آنا چاہیے۔ آگے چلیے۔ حضرت امام زین العابدین فرماتے ہیں:-

وصن كانوا منظوبين
على عجبته يرجون تجارة
لن تبور في مودته
یعنی صحابہ کرام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر فدا تھے۔ ایسی تجارت پر میڈارہ جس میں نقصان نہ ہو۔

یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام صحابہ نے آپ کی دوستی کو آخرت کے لیے اختیار کیا، اور یہ سودا ان کے لیے نقصان دہ نہیں بلکہ بہت فائدہ مند ثابت ہوا۔

والذین هجرناهم العشاائر
اذ تعلقوا بعروقه وانتفت
القرابات اذ سلنوا في
ظل قرابتہ۔
اور ان لوگوں نے جب آنحضرت سے اپنا رشتہ جوڑا تو ان کے قرابتداروں نے اپنا رشتہ توڑ لیا، اور جب وہ آنحضرت کے سایہ میں آگئے تو ان کی اپنی قرابت داری نیست و نابود ہو گئی۔

یعنی جب صحابہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آئے۔ اور آپ

کی خدمت پر کمر بستہ ہو گئے، تو عرب کے تمام کفار ان کی دشمنی پر اٹھ کھڑے ہوئے اور اپنی قرابت کے تمام رشتے منقطع کر لیے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:-

فلا تنسہم اللہ ما ترکوا

خدا یا! جنہوں نے تیرے لیے تیرے

لک وفیک وارضہم من

راہ میں اپنے قرابتداروں کو چھوڑ دیا

رضوانک وبعما حاشوا الخلق

انہیں نہ بھلاؤ، یعنی ان کی سبقت کا

علیک وکانوا مع رسولک

راہِ حق میں ان کی مدد کا بدلہ انہیں

دعاۃ لک والیک

ضرور عنایت کر، اور ان پر خوش ہو

جا۔ اپنی رضامندی اور خوشنودی سے

ان کو خوش کر دے، اور انہیں اس وجہ

سے بھی ثواب عطا کر کہ انہوں نے تمام مخلوق کو تیرے دین پر جمع کر دیا۔ اور تیرے

رسول کے ہمراہ ہو کر لوگوں کو تیری رضامندی اور اطاعت کی طرف بلاتے تھے۔

کیونکہ وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں کامل تھے، اور ان کی محبت صرف

اللہ ہی کے لیے تھی۔ اس لیے وہ دوسروں کو بھی اللہ کے دین کی طرف بلاتے

تھے، اور بہت سارے لوگوں کو دینِ اسلام پر اکٹھا کیا، یعنی ہزار ہا مرد اور

عورتیں ان کی کوشش سے حلقہ بگوشِ اسلام ہو گئے۔

اگر کوئی شخص اہل بیت اور قرآن کی راہ کا منگلاشی ہے تو وہ اس مقام پر غور

کرے اور فوراً وسوسہ شیطانی سے فوراً توبہ کر لے۔ اور قرآنی راہ پر آجائے، کیونکہ صرف البوذہ و عمارؓ اور ان کے ساتھ چند دوسرے آدمیوں نے تمام شہروں میں کفر کا رو نہیں کیا، بلکہ سارے صحابہ آنحضرت کی زندگی میں بھی اور آپ کی وفات کے بعد بھی مخلوق خدا کو دین اسلام پر اکٹھا کرنے والے اور تعلیم و ارشاد کرنے والے تھے، کوئی احمق بھی ایسی بات نہیں کرے گا، چہ جائیکہ وہ قرآنی تعلیم کا دعویٰ کرنے والا بھی ہو۔ حضرت صاحب فرماتے ہیں۔

اور بدلہ دے ان کو جنہوں نے تیری	وَاسْتَكْوَلَهُمْ عَلَىٰ هَجْوَتِهِمْ
راہ میں اپنے شہر اور قوم کو چھوڑ دیا۔	فِيكَ دِيَارَ قَوْمِهِمْ وَخَرَّوْجِهِمْ
اور اعلیٰ معیشت کو چھوڑ کر ادنیٰ	مِنْ سَعَةِ الْمَعَاشِ إِلَىٰ ضَيْقِهِ
معیشت اختیار کی، اور ان لوگوں	وَمِنْ كَثْرَةِ فَيِّ اعْتَارَ دِينِكَ
پر احسان فرما جنہیں تو نے اپنے دین	مَظْلُومِهِمْ۔
میں اضافہ کرنے کے لیے زیادہ کر دیا۔	

یعنی ہجرت کے بعد جن لوگوں پر ظلم ہوا ہے۔ وہ ہاجرین اولین ہی ہیں، اور انہی کی وجہ سے دین حق کو غلبہ اور فتح حاصل ہوئی، اور بہت سارے لوگ مسلمان ہوتے نیز فرماتے ہیں۔

خدا یا! ان تابعین صحابہ کو بھی جزائے خیر	اللَّهُمَّ وَأَوْصِلْ إِلَى النَّابِغِينَ
دے، جنہوں نے نیکی اور راہ حق کے	لَهُمْ بِأَحْسَانِ الَّذِينَ يَقُولُونَ...

اختیار کرنے میں تیرے صحابہ کی پیروی کو اختیار کیا، جو لوگ یہ دعا کرتے ہیں کہ ہمارے سابقین بالایمان بھائیوں کو بھی بخش لے، یعنی صحابہ کے حق میں دعائے خیر کرتے ہیں، اور ان کے لیے بخشش مانگتے ہیں۔ امام زین العابدینؑ کی اس کلام میں اشارہ ہے کہ مسلمانوں کی تیسری قسم "وہ لوگ ہیں جو صحابہ کے حق میں دعائے خیر کرتے ہیں۔ پس ثابت ہو گیا کہ قرآن اور اہل بیت کے مذہب کے مطابق اہل سنت، تابعین صحابہ ہی ہیں، جو ان کے حق میں دعائے خیر کرتے ہیں۔ اور ان میں سے کسی کے ساتھ کینہ نہیں رکھتے، اور حضرت سجادؑ کی دعائے بخشش بھی انہی کے لیے ہے۔ بس یہی لوگ بخشے ہوئے ہیں، اور صحابہ خیر ہیں، ان کے مخالفین پھر سن لیں کہ جناب زین العابدینؑ تابعین کی تعریف میں کیا فرماتے ہیں:-

یعنی تابعین وہ لوگ ہیں جنہوں نے	الَّذِينَ قَصَدُوا وَاصْحَابَتَهُمْ
صحابہ کی راہ کو دلیل پکڑا اور ان کی	وَتَحَرَّوْا وَجْهَتَهُمْ وَمَصَّوْا
راہ پر چلنے کا ارادہ کیا، اور صحابہ کے	عَلَى سَائِلَتِهِمْ وَلَمْ يُثْبِتْهُمْ رَيْبٌ
طریقہ اور مذہب پر رہے، اور انہوں	فِي بَصِيرَتِهِمْ وَلَمْ يَخْتَلِعْهُمْ شَكٌّ
نے صحابہ کی بصیرت میں کسی قسم کا شک	فِي قَوْلِ انْثَارِهِمْ وَالْاِثْمَامِ
نہ کیا۔ اور صحابہ کے نقش قدم پر چلنے	بِهَدَايَةِ مَنْ مَكَالِفِيْنَ
میں ان کے دل میں کسی قسم کا خوف و	وَمَوَارِزِيْنَ لَهُمْ

خطر کا گزرنہ ہوا۔ اور صحابہ کی روشن ہدایت

کی اقتدا کرنے میں کسی قسم کا شک نہ کیا

یعنی صحابہ کو ہدایت پر جان کر ان کی پیروی کی، اور یہ تابعین ہی صحابہ کی حمايت

اور مدد کرنے والے ہیں، یعنی اگر کوئی ملحد یا گمراہ شخص صحابہ کی پاک جناب میں کسی

قسم کی کوئی گستاخی کرتا ہے، تو یہ تابعین ان صحابہ سے اس الزام کو دور کر دیتے

ہیں، اور اس بد باطن پر کسی قسم کا رحم روا نہیں رکھتے، اس لفظ سے مخالفین کے

تمام شیطانی دوسوں سے جن سے وہ صحابہ پر تہمت لگاتے ہیں باطل ہو گئے، اور

معلوم ہو گیا کہ صحابہ کے حق میں کسی قسم کا طعن کرنا مسلمانوں کا کام نہیں ہے بلکہ

اہل اسلام کا شیوہ ایسے غلط الزاموں کا جواب دینا ہے، جو صحابہ پر لگائے

جاتے ہیں، اور اس میں شک نہیں کہ یہ وصف اہل سنت کے سوا اور کسی میں نہیں بلکہ

رافضی لوگ اپنے فاسدگان کی بنا پر ان پاک لوگوں کی جناب میں ہزار ہا قسم کے

طعن کرتے ہیں، اور اسی طرح خارجی لوگ بھی (خذلہم اللہ تعالیٰ)، بس معلوم ہو گیا کہ

ناجی فرقہ اہل سنت ہی ہے، نہ کہ ان کے مخالفین، (وہو المطلوب) نیز امام

صاحب فرماتے ہیں :-

بِدَيُّونَ بِدِينِهِمْ وَلِيَهْتَدُونَ

يَهْدِيهِمْ وَيَتَفَقَّحُونَ عَلَيْهِمْ وَلَا

يَتَّبِعُونَ نَهْمَ فِيمَا أَدُّوا إِلَيْهِمْ -

یعنی تابعین صحابہ کے دین پر عقیدہ

رکھتے ہیں، اور ان کے راستہ پر چلتے

ہیں، اور ان پر اتفاق کرتے ہیں یعنی

صحابہ کی اور مدد پر متفق ہیں، جو کوئی بے دین اور شیطان صحابہ پر الزام لگائے اور ان کی شان میں شبہ کرے اس کو جواب دیتے ہیں، اور ان پر تہمت نہیں لگاتے، جو چیز انہوں نے احکام دین اور احادیث نبوی سے ہم تک پہنچا دی۔

یعنی صحابہ کو سچا جانا۔ ان کی روایت کردہ تمام احادیث کو سچا مان کر ان پر عمل کرتے ہیں تو ثابت ہوا کہ احادیث کی جن کتابوں کو اہل سنت مانتے ہیں، وہ اہل بیت اور صحابہ کرام سے مروی ہیں، اور نہایت معتبر اور مقبول ہیں، اور حضرت زین العابدین کا مذہب بھی یہی ہے، پس ظاہر ہو گیا کہ شیعہ کی روایات جو صحابہ کے علاوہ کسی اور سے مروی ہیں۔ جناب زین العابدین کے نزدیک جھوٹ کا پلندہ ہیں اور شیعہ جو اپنی بعض روایات کی نسبت بعض اہل بیت اور صحابہ کی طرف کرتے ہیں، جب وہ روایتیں قرآن کے بھی مخالف ہوں، اور امام زین العابدین کے مذہب کے بھی مخالف ہوں، تو ظاہر ہے کہ نہ وہ اہل بیت کا قول ہے، اور نہ صحابہ کا، بلکہ کوئی جھوٹا کذاب ہے جو پاک اماموں پر جھوٹ باندھ رہا ہے۔

پس بقول حضرت امام زین العابدین کتب شیعہ کی تمام روایات باطل اور افتراء ہیں۔ اہل اسلام اور قرآن اور اہل بیت سے محبت کرنے والوں کو ان سے کنارہ کر لینا عین فرض ہے۔

اے مومن! نجات کے طالب! جو کچھ کلام الہی اور حضرت سجاد کے

کلمات سے ذکر کیا گیا ہے، اگر کوئی راوی جنت کا متلاشی ہے تو اس کے لیے ان میں سے صرف ایک کلمہ ہی کافی ہے اور اگر اس کے نصیبہ میں نیکی نہیں ہے اور وہ بحکم ختم اللہ علی قلوبہم الخ، اپنے کفر پر قائم رہنا چاہتا ہے، اور قرآن کا انکار کرنے کی وجہ سے اپنے لیے دوزخ خرید رہا ہے تو مسلمانوں کے طریقہ میں ان سے بچت کرنا بالکل بے سود ہے۔ واللہ الہادی وعلیٰ کرمہ اعتادی
 سبحان ربك رب العزة عما يصفون وسلام على المرسلين - والحمد
 لله رب العالمين -

تمت بالخیر

مترجم، محمد سلیمان انصاری خطیب جامع اہل حدیث عزیز مسجد،
 عزیز روڈ، مصری شاہ، لاہور

www.KitaboSunnat.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

سیرتِ شخیینؓ کے چند اوراق

تازہ خواہی داشتن گردا غہائے سینہ را

گاہے گاہے بازخواں ابنِ قصّہ پارینہ را

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اسلام لانے سے پہلے بڑے دولت مند تھے۔ اسلام لائے تو اپنا مال راہِ خدا میں خرچ کرنا شروع کر دیا۔ مشہور ہے کہ جب مسلمان ہوتے تو ان کے پاس چالیس ہزار درہم تھے۔ تیرہ سال بعد مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ تشریف لے گئے تو کل چھ ہزار درہم باقی رہ گئے تھے وہ بھی ساتھ ہی لے گئے کہ خدا جانے کہاں ضرورت پڑ جائے۔ یہ رقم بھی فی سبیل اللہ خرچ کر دی۔

مدینہ منورہ پہنچ کر کپڑے کی تجارت شروع کر دی۔ اللہ تعالیٰ نے اس کام میں اتنی برکت دی کہ پھر گھر کا اثاثہ بن گیا۔ جب جنگِ تبوک کا زمانہ آیا۔ تو مسلمانوں کے لیے یہ بڑا تنگی کا زمانہ تھا۔ بہت بڑا لشکر تیار کر کے مدینہ سے بہت دور جانا تھا۔ اس کے لیے روپے پیسے کی ضرورت تھی۔ صحابہؓ سے

جو کچھ ہو سکتا تھا انہوں نے کیا۔ لیکن حضرت ابوبکر صدیقؓ گھر کا تمام اثاثہ اٹھا لاتے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں ڈھیر کر دیا۔ آنحضرت نے پوچھا۔ ابوبکر! بچپن کے لیے کیا چھوڑ آتے ہو؟

خدا اور رسول کے سچے فدائی تے عرض کیا۔ اللہ اور اس کا رسول۔
آنحضرت کی وفات کے بعد امت نے حضرت ابوبکرؓ کو خلیفہ منتخب کیا تو آپ خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے اور فرمایا:

۰ لوگو! تم نے مجھے حاکم بنا دیا۔ یہ نہ سمجھنا کہ میں سب سے اچھا ہوں۔ اگر میں اچھے کام کروں تو میرا ہاتھ بٹانا اور اگر میں برائی کی طرف جاؤں تو میرا بازو پکڑ کے مجھے سیدھے راستے پر ڈال دینا۔ میرا کام یہ ہے کہ طاقتوروں کی پروا نہ کروں اور کمزوروں کے سارے حقوق پورے کراؤں۔ جو قوم خدا کے راستہ میں جہاد کرنا چھوڑ دیتی ہے وہ ذلیل و خوار ہو جاتی ہے۔ جس قوم میں بدکاری پھیل جاتی ہے اللہ تعالیٰ اس کے مصائب کو کبھی ختم نہیں ہونے دیتا۔ اگر میں خدا اور اس کے رسول کے احکام پر چلوں تو میرا کہا مانتے رہنا۔ اگر میں اس راستہ سے ہٹ جاؤں تو میرا کہا ہرگز نہ ماننا۔

دیکھیے اس چھوٹے سے خطبہ میں کس طرح اسلامی حکومت

کے اصول بیان کر دیئے ہیں۔ ان اصولوں کو اچھی طرح سمجھ لو۔
 ۱۔ حاکم اچھے کام کرے تو اس کا ساتھ دینا چاہیے۔ اگر بُرائی کی طرف جاتے تو اسے سیدھے راستہ پر لگانا چاہیے۔

۲۔ حاکم کے فرائض میں داخل ہے کہ سب کے حقوق کا پورا خیال رکھے نہ کمزوروں سے آنکھیں پھیرے۔ نہ طاقتوروں سے ڈرے۔

۳۔ حاکم کی تابعداری صرف اس وقت فرض ہے جب تک وہ خدا و رسول کے احکام پر چلے۔

۴۔ حاکم کو چاہیے کہ قوم کے دل میں جو شہ جہاد گرم رکھے۔ اس کے بغیر کوئی قوم باعزت نہیں رہ سکتی۔

۵۔ قوم میں بدکاری نہ پیدا ہونے دے ورنہ وہ قوم خدا کی طرف سے ایسی مصیبتوں سے دوچار ہو جائے گی جو کبھی ختم نہ ہوں گی۔

خلیفہ بننے کے دوسرے دن حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے چادریں بیچنے بازار جا رہے تھے۔ راستہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہوں نے دریافت کیا کہاں چلے ہو؟ فرمانے لگے چادریں فروخت کرنے چلا ہوں۔ حضرت عمر نے کہا کہ اگر آپ تجارتی کاروبار کرتے رہتے تو مسلمانوں کی حکومت کا کام کیسے چلے گا۔ حضرت ابو بکر نے جواب دیا اگر کام نہ کروں تو اہل و عیال کا گزارہ کیسے چلے گا؟ حضرت عمر نے بڑے بڑے صحابہ سے مشورہ کر کے

بیت المال سے خلیفہ کے گزارہ کے لیے کچھ رقم بطور وظیفہ کے مقرر کرادی۔ اس رقم سے صرف کھانا پینا اور معمولی سے کپڑوں کا گزارہ چل سکتا تھا حضرت ابو بکرؓ نے اپنا کام کاج چھوڑ دیا اور دن رات مسلمانوں کے کام کرنے لگے۔ ایک دن حضرت ابو بکرؓ کی بیوی نے کہا کوئی میٹھی چیز کھانے کو جی چاہتا ہے۔ آپ نے فرمایا میرے پاس اتنے پیسے کہاں کہ میٹھی چیز کھالیں۔ بیوی نے عرض کیا کہ اگر آپ اجازت دیں تو میں روزانہ کے خرچ سے تھوڑا تھوڑا بچاتی رہوں آٹھ دس دن میں جتنے پیسے جمع ہو جائیں گے۔ ان سے میٹھی چیز پک جانے گی۔

اس طرح کچھ رقم جمع ہو گئی تو حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا کہ اب پتہ چلا کہ ہمارا گزارہ تھوڑی رقم میں بھی ہو سکتا ہے۔ اسی وقت جمع شدہ رقم بیت المال میں دے آئے۔ اور آئندہ کے لیے حکم فرمایا کہ گزارہ کے لیے جتنی رقم مقرر ہے وہ ضرورت سے زیادہ ہے اسے کم کر دیا جائے۔

یہ اسلامی حکومت کا پہلا نمونہ تھا۔ یہ نمونہ اس پاک خلیفہ نے پیش کیا جس کی فوجیں اس وقت روم، ایران، کی سلطنتوں سے لڑ رہی تھیں جو اس وقت دنیا کی تمام سلطنتوں سے بڑی حکومتیں تھیں۔

حضرت ابو بکر صدیقؓ نے کل دو سال تین ماہ اور گیارہ دن حکومت کی پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے پاس بلا لیا۔ جب انہیں یقین ہو گیا کہ موت کا وقت سر پر آ پہنچا ہے تو بڑے بڑے صحابہ کو جمع کر کے مشورہ کیا اور حضرت عمرؓ کو

اپنے بعد خلیفہ بنا دیا۔ اس کام سے فارغ ہوتے تو فرمایا:
 ”اب حساب کرو کہ میں اپنی حکومت کے زمانے میں بیت المال سے کتنی
 رقم لے چکا ہوں۔“

حساب کیا گیا تو چھ ہزار درہم نکلے۔ جو ہمارے حساب سے پندرہ سو روپیہ
 بنتا ہے۔ فرمایا میری زمین فروخت کر کے یہ رقم بیت المال میں دے دو۔ میں
 کچھ لینا نہیں چاہتا تھا۔ لیکن لوگوں نے مجبور کیا کہ اس طرح کام نہیں چلے گا۔
 چنانچہ زمین فروخت کر کے پوری رقم بیت المال میں جمع کر دی گئی۔ اور مسلمانوں
 کا پہلا خلیفہ اس دنیا سے رخصت ہوا تو اس کے ذمہ امت کی ایک کوڑی بھی
 نہیں تھی۔ اور ساری امت کی گردنیں اس کے احسانات کے بوجھ سے دبی ہوئی
 تھیں۔ یہ وہ بزرگ تھا جس کی زندگی کا ایک ایک سانس قیامت تک پکار بچا
 کر کہتا رہے گا کہ خدا کے حکموں پر چلنے کا اصل طریقہ یہی ہے۔ خدا کے بندوں کی
 خدمت اسے کہتے ہیں۔ دنیا میں اللہ کی رحمت کا یہی پیغام تھا جسے رحمۃ للعالمین
 صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آتے تھے۔ جہاں جہاں یہ پیغام پہنچا، زمین بہشت
 کا نمونہ بن گئی۔ یہی اسلام تھا جس نے بیس برس کی مختصر مدت میں سورج کی طرح
 مشرق و مغرب کو روشن کر دیا۔ یہی اسلام تھا جس سے کروڑوں انسانوں کے
 دلوں میں محبت کی لہریں اٹھیں۔ یہی اسلام تھا جس کی خاطر عیسائی اور یہودی
 اپنے بھائیوں سے لڑے۔ یہی اسلام تھا جس کی تبلیغ کا حکم مسلمانوں کو دنیا

کے کونے کونے میں پہنچانے کا ملنا تھا۔ ذرا غور کرو۔ آج خدا کی رحمت کا کیا نقشہ بن گیا ہے۔

حضرت ابوبکرؓ نے بیت المال کی کل رقم واپس کرانے کے بعد فرمایا میرے گھر کی سب اشیاء کو اچھی طرح دیکھ لو۔ کوئی چیز بیت المال کی ہو تو اسے حضرت عمرؓ کے پاس لے جاؤ۔ دیکھا تو کل دو چیزیں نکلیں۔ ایک چادر جو روپے سو روپے کی ہوگی۔ دوسری سانڈنی جس پر خلیفہ مسلمین سواری کیا کرتے تھے یہ دونوں چیزیں حضرت عمرؓ کے پاس پہنچیں تو روپڑے اور فرمانے لگے۔ خدا ابوبکر پر رحم فرماتے کہ وہ اپنے پیچھے مسلمانوں کا حاکم بننے والے کے لیے بہت مشکل کام کر گئے ہیں۔

آخر وہ دن آگیا جب حضرت ابوبکرؓ اس دنیا سے جانے والے تھے جان کنی کی حالت نظر آرہی تھی۔ اس وقت عراق کی فوجوں کا سردار پہنچ گیا۔ حضرت ابوبکرؓ کے لیے بات کرنا بھی مشکل تھی۔ لیکن وہ خلیفہ تھے۔ سردار کو پاس بٹھا کر پورا حال دریافت کیا۔ جب یہ سنا کہ ایران کے بادشاہ نے عراق کی سرحد پر نئی فوج بھیج دی ہے تو حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عمرؓ کو بھی اپنے پاس بلا لیا۔ سب کچھ سنانے کے بعد فرمایا۔ مجھے امید ہے کہ آج میری زندگی ختم ہو جائے گی۔ اگر میری رُوح دن کے وقت نکلے تو شام سے پہلے پہلے۔ اگر رات کو نکلے تو فجر سے پہلے پہلے تم بھی نئی فوج عراق بھیج دو۔ عمر! کوئی مصیبت

آجائے لیکن دین کی خدمت اور خدا کے حکم پر عمل کرنے میں ذرا بھی دیر نہ ہونی چاہیے۔ ہمارے ایسے رسول اللہ کی وفات سے بڑھ کر کوئی مصیبت نہیں تھی۔ لیکن تو نے دیکھا کہ میں نے سارے کام کس طرح پورے کیے تھے۔

امت کے کاموں سے فرصت پانے کے بعد دریافت فرمایا کہ اللہ کے رسول کس دن اس دُنیا سے رخصت ہوئے تھے۔ لوگوں نے عرض کیا: سوموار کے دن۔ فرمایا: میرے دل کی بھی یہی خوشی ہے کہ آج سوموار کے دن رخصت ہو جاؤں۔ اگر اللہ تعالیٰ میری اس خوشی کو پورا کر دے تو میری قبر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بنا دینا۔

پھر اپنی پیاری بیٹی ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ رسول اللہ کو کتنے کپڑوں میں کفنایا گیا تھا؟ انہوں نے کہا: تین کپڑوں میں۔ فرمایا۔ مجھے بھی تین کپڑوں کا کفن پہنانا۔ دو چادریں میرے بدن پر میں نہیں دھو کر سکھالیں۔ ایک کپڑا اور لے لیا جائے۔ حضرت عائشہ نے کہا کہ:

”آبا جان! ہم اتنے غریب تو نہیں کہ نیا کفن نہ خرید سکیں۔“ فرمایا:

”بیٹی! نئے کپڑوں کی زیادہ ضرورت زندہ لوگوں کو ہے۔ مُردوں کو نہیں۔“

میرے لیے یہ میرے پھٹے پرانے کپڑے ہی اچھے ہیں۔“

حضرت عائشہ آپ کے سر ہانے بیٹھی تھیں اور آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ انہوں نے درد سے ایک شعر پڑھا جس کا مطلب یہ تھا کہ:

”وہ نورانی چہرے والے جن کا واسطہ دے کر بادلوں سے
بارش طلب کی جاتی تھی۔ وہ یتیم بچوں کی نشت پناہ اور بیوہ عورتوں
کے سہارے۔“

حضرت ابوبکر صدیق کی آنکھیں بند تھیں۔ یہ شعر سن کر آنکھیں کھولیں اور
فرمایا: بیٹی! یہ تو رسولِ خدا کی شان تھی۔“

یہ پاک زندگی ۲۲ جمادی الآخر ۳۱ھ کو ختم ہوئی۔ سوموار کا دن۔
مغرب اور عشا کا درمیانی وقت تھا اور ان کی مبارک زبان پر یہ آخری کلمہ
تھا کہ:-

”میرے اللہ! مجھے دنیا سے مسلمان اٹھا اور اپنے نیک پاک

بندوں میں شامل کر۔“ اللہ ان سے راضی ہو۔

یہ ہماری امت کے پہلے خلیفہ تھے۔ اسلامی حکومت کا وہ نقشہ دنیا کے
سامنے پیش کیا کہ جب تک یہ زمین و آسمان باقی رہے گا حضرت ابوبکر صدیق
کا نقشہ سورج کی طرح چمکتا رہے گا۔

خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب اس دنیا سے
رخصت ہوتے تو آپ کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا
گیا۔ حضرت عمرؓ بھی خلیفہ اول کی طرح تجارت کیا کرتے تھے۔ جب خلیفہ بنے

کاروبار ترک کرنا پڑا۔ چنانچہ کبار صحابہؓ نے مشورہ کر کے آپ کا وظیفہ مقرر کر دیا۔ جس سے آپ کے اہل و عیال کا بمشکل گزارہ ہوتا تھا۔ حضرت عمرؓ نے خوشی سے وہ وظیفہ قبول کر لیا۔

تھوڑے دنوں میں اسلام کی فوجوں نے ایران، شام اور مصر کے ملک فتح کر لیے۔ اسلامی سلطنت کی حدیں دُور دُور تک پہنچ گئیں۔ صحابہؓ کو خیال آیا کہ خلیفہ المسلمین کے گزارہ کی جو رقم ہم نے مقرر کی ہے وہ بہت تھوڑی ہے۔ اسے زیادہ کر دینا چاہیے۔ لیکن کسی میں اتنی ہمت نہ تھی کہ حضرت عمرؓ کے ساتھ کھل کر یہ بات کر سکے۔ کافی سوچ بچار کے بعد آپ کی صاحبزادی ام المؤمنین حضرت حفصہؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ آپ مہربانی کر کے یہ بات اپنے آبا جان سے منوا دیجیئے۔

حضرت حفصہؓ نے ایک موقع مناسب سمجھ کر آپ سے بات کی تو آپ کا چہرہ غصے سے سُرخ ہو گیا۔ آپ نے فرمایا:

حفصہ! تو ہی بنا کہ خدا کے پیارے پیغمبر نے تمہارے گھر میں کونسا اچھے سے اچھا لباس زیب تن فرمایا؟

حضرت حفصہؓ نے جواب دیا

آنحضرت کے پاس دو گہرے رنگ کے کپڑے تھے۔ جو آپ جمعہ المبارک کے دن پہن لیتے یا جب باہر سے لوگ ملنے کے لیے آتے تو آپ زیب تن

فرمایا کرتے تھے۔

حضرت عمرؓ نے پھر فرمایا:

”بھلا یہ تو بتا کہ خدا کے پیغمبر نے اچھے سے اچھا کھانا کون سا کھایا؟

حضرت حفصہؓ نے فرمایا:

عام طور پر آپ جو کی روٹی کھایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ روٹی پک رہی تھی۔ آپ نشتر لیتے لائے ہم نے گرم گرم روٹی کو گھی سے چٹا دیا۔ رسول اللہؐ نے خود بھی خوشی سے کھانا کھایا اور اپنے ساتھیوں کو بھی کھلایا۔

حضرت عمرؓ نے تمبیری مرتبہ دریافت فرمایا:

حفصہؓ! تمہارے گھر رسول اللہؐ کا بستر کیسا تھا؟

فرمایا:

”ہمارے پاس ایک موٹا سا کپڑا تھا۔ موسم گرم میں اس کی چار تہیں کر کے زمین پر بچھا لیتے تھے اور موسم سرد میں آدھا نیچے اور آدھا اوپر لے لیتے تھے۔“

حضرت عمرؓ نے یہ سب کچھ دریافت کرنے کے بعد فرمایا:

حفصہؓ! میری یہ بات ان لوگوں تک پہنچا دے جو میرا وظیفہ بڑھانا

چاہتے ہیں کہ خدا کے پیغمبرؐ نے دنیا میں رہنے کی ایک حد میں بنا دی ہے میں

جب تک زندہ رہوں گا۔ اپنے پیارے کے قدم قدم چلوں گا تم یہ سمجھ لو کہ

تین ساتھی راستے میں چل رہے تھے۔ پہلے کے پاس زادراہ بھی تھا وہ منزل

پر بھی پہنچ گیا۔ (پیغمبرِ خدا)۔ دوسرا پہلے کے سچے چلا گیا (ابوبکر صدیق)، وہ بھی اپنے ساتھی کو جاملتا۔ تیسرا ابھی راستہ میں ہی ہے۔ (حضرت عمرؓ)۔ اگر اس کی دلی مراد یہی ہے کہ اپنے پہلے دو ساتھیوں سے جاملے تو اسے بھی وہی طریق اختیار کرنا چاہیے جو پہلوں نے کیا۔ اگر وہ طریقہ چھوڑ دے تو پھر پہلوں سے ملنے کی کیا صورت ہے؟

ذرا یہ بھی سوچ لو کہ حضرت عمرؓ نے خود وظیفہ بڑھانے کی بات نہیں چھٹی۔ صحابہؓ کا اپنا خیال تھا کہ خلیفہ المسلمین کا گزارا تنگ ہے، رقم بڑھا دینی چاہیے۔ لیکن حضرت عمرؓ یہ بات نہ ملنے۔ ان کی حالت کیا تھی؟

ایک دفعہ آپ خطبہ کے لیے کھڑے ہوتے تو آپ جو چادر اوڑھے ہوئے تھے اسے بارہ پیوند لگے ہوئے تھے۔ ایک دفعہ جمعہ کی نماز پڑھانی تھی آپ کو تھوڑی سی دیر ہو گئی تو سب سے معافی مانگی۔ فرمایا:

”میں نے کپڑے دھو کر سکھانے کو ڈالے۔ جلد نہ سوکھ سکے۔ اور کپڑے ہی نہیں تھے جو پہن کر آجاتا۔“

ایک دن کھانا کھانے لگے۔ ایک آدمی ملاقات کے لیے آگیا۔ آپ نے اسے بھی ساتھ بٹھایا۔ موٹے آٹے کی خشک روٹی تھی اور آٹا چھانا بھی نہیں تھا۔ سالن کی بجائے زیتون کا تیل تھا۔ وہ آدمی ساتھ تو بیٹھ گیا لیکن لقمہ حلق سے نیچے نہیں اترتا تھا۔ آخر بولا:

”آٹا چھان نہ لیا؟“

حضرت عمرؓ نے فرمایا: ”سب مسلمان چھانے ہوئے آٹے کی روٹی کھاتے

ہیں؟“

اس نے کہا ”نہیں!“

آپ نے فرمایا ”کیا تو یہ چاہتا ہے کہ میں سارے فزے دنیا میں ہی

لے لوں اور آخرت کے لیے کچھ باقی نہ چھوڑوں؟“

جس خلیفہ کے سر پر بارہ پیوندوں والی چادر تھی، جس کا گزارہ موٹے آٹے کی سوکھی ہوتی روٹی پر تھا۔ اس کی فوجیں ایران، روم اور مصر کی سلطنتوں کی عزت کو خاک میں ملا چکی تھیں اور جن بادشاہوں نے صدیوں میں جو دولت جمع کی ہوئی تھی وہ آج مدینۃ الرسول کی گلیوں میں رُل رہی تھی۔

ایران کے بادشاہ نے ایک دفعہ حضرت عمرؓ کی خدمت میں اپنا ایک سفیر بھیجا۔ وہ سفیر بڑے بڑے دربار دیکھ چکا تھا۔ مدینہ کے قریب پہنچ کر اعلیٰ لباس زیب تن کیا۔ سر پر تلج رکھا جو جگجگ جگجگ کر رہا تھا۔ اس نے شاید یہ سوچا تھا کہ جس بادشاہ کی فوجیں ایران جیسی مضبوط حکومت کی اینٹ سے اینٹ بجاری ہیں اس کا دربار خدا جانے کتنی بڑی شان کا ہوگا۔ مدینہ پہنچ گیا۔ اُسے کچھ بھی نظر نہ آیا۔ لوگوں سے پوچھا۔ بھائیو! خلیفۃ المسلمین کہاں ملیں گے؟ لوگوں نے کہا ”وہ مسجد میں ہونگے۔“

سفیر مسجد میں پہنچا تو حضرت عمرؓ کچے فرش پر لیٹے ہوتے تھے۔ یہ منظر دیکھتے ہی سفیر کا پینے لگا۔ گفتگو کرنے کا یارا نہ رہا۔ یہ رعب، یہ ہیبت کپڑوں کی نہیں تھی۔ یہ وہ ہیبت تھی جو خدا کی طرف سے اس کے نیک اور پاک باز بندوں کو عطا ہوتی ہے۔

آپ وقت بے وقت پھرتے رہتے تھے۔ مدینہ منورہ سے دو دو چار چار میل باہر نکل جایا کرتے تھے۔ ایک دن دیکھا کہ ایک عورت چڑھنے کے پاس بیٹھ کر کچھ پکا رہی ہے اور اس کے پاس بچے بیٹھے رو رہے ہیں۔ آپ نے فریٹ کیا۔ اماں یہ بچے کیوں روتے ہیں؟

سنا اماں نے جواب دیا: "میرے پاس کھانے کو کچھ نہیں۔ بچے بھوکے تھے۔ میں نے بانڈی چڑھنے پر رکھ دی ہے۔ تاکہ یہ سمجھ لیں کہ سالن پک رہا ہے تھوڑی دیر میں یہ سو جائیں گے۔ میں بھی بانڈی اتار کر اللہ اللہ کرنے لگ جاؤں گی۔"

حضرت عمرؓ یہ سنتے ہی واپس لوٹے۔ مدینہ منورہ آکر بیت المال سے کھانے پینے کی چیزیں نکالیں گھڑی باندھ کر سر پر رکھنے لگے تو خادم نے کہا جناب گھڑی مجھے چکا دیجیے۔

آپ نے فرمایا: قیامت کے دن بھی تو میرا بوجھ اٹھائے گا؟

گھڑی لے کر اس اماں کے پاس پہنچے اور فرمانے لگے۔ اماں جان! لیجئے آپ روٹی پکائیے۔

آپ چڑھے میں آگ جلا رہے تھے۔ روٹی تیار ہو گئی۔ بچوں نے پیٹ بھر کر کھائی اور اچھلنے کودنے لگے۔ اماں نے کہا: بھائی سچی بات تو یہ ہے کہ خلیفہ تجھے بننا چاہیے تھا۔ عمر اس قابل نہیں۔“

اس بچاری کو کیا خبر تھی کہ اس کے لیے یہ ساری چیزیں خود حضرت عمرؓ ہی لاتے ہیں۔

ایک مرتبہ رات گوشت کر رہے تھے۔ ایک بدوی کے خیمے کے آگے جا پہنچے۔ بدوی باہر بیٹھا تھا۔ اندر اس کی بیوی کے رونے کی آواز آرہی تھی۔ آپ نے دریافت کیا۔ کیا بات ہے؟ بدوی نے کہا۔ میری بیوی کے بچہ ہونے والا ہے، پاس کوئی عورت نہیں۔“

حضرت عمرؓ وہیں سے واپس مڑے۔ گھر سے آ کر اپنی بیوی کو ساتھ لیا۔ آپ بدوی کے پاس باہر بیٹھ کر باتیں کرنے لگے۔ اپنی بیوی کو بدوی کی بیوی کے پاس خیمے کے اندر بھیج دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد حضرت عمرؓ کی بیوی نے اندر سے آواز دی کہ امیر المؤمنین! مبارک ہو تمہارے دوست کو خدا نے لڑکھا عطا فرمایا ہے۔

بدوی نے امیر المؤمنین کا نام سنا تو گھبرا گیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ بھائی گھبرانے کا کیا مطلب؟ سویرے میرے پاس آؤ، میں بچے کا وظیفہ لگا دوں گا۔“

کئی مرتبہ ملک کا دورہ کیا۔ کبھی کوئی خیمہ ساتھ نہ لیا۔ دُصُوب ہوتی تو کسی درخت کے سایہ میں جا بیٹھتے یا اپنے کیبل کوتان کر سایہ کر لیتے زمین پر ہی بیٹھتے زمین پر ہی سوتے۔

ان کی خلافت کا پانچواں سال تھا۔ ملک میں قحط پڑ گیا۔ حضرت عمرؓ نے گوشت کھانا بھی چھوڑ دیا۔ گھی کھانا بھی چھوڑ دیا۔ ایک دن پیٹ میں گر بڑ ہوئی۔ آپ نے اپنے پیٹ میں انگلی چھو کر فرمایا کہ جب تک قحط ہے تجھے وہی کچھ کھانے کو ملے گا جو آج کل ملتا ہے۔

دیکھی امیر المؤمنین کی شان! چھنا ہوا آٹا اس لیے ترک کیا کہ سارے مسلمان چھنا ہوا آٹا نہیں کھا سکتے تھے۔ قحط پڑنے پر وہ چیزیں بھی کھانی ترک کر دیں جو مسلمانوں کو نصیب نہیں ہوتی تھیں۔

مدینہ کے جو غازی میدانِ جنگ میں چلے جاتے تھے۔ آپ ان کے گھروں میں جاتے۔ جن کو سودا لاکر دینے والا کوئی نہیں تھا۔ انہیں سودا لادیتے۔ کوئی خط آتا۔ آپ لے کر غازی کے گھر جا کر اس کے بچوں کو سنا کر آتے۔ باہر کی دہلیز پر بیٹھ جاتے۔ گھر والے جو جواب لکھتے وہ اپنے ہاتھ سے لکھتے۔

فیروز نامی ایک مجوسی غلام آپ پر کسی وجہ سے ناراض ہو گیا۔ ایک دن آپ نجر کی نماز پڑھا رہے تھے۔ غلام نے چھرا نکال کر چھ زخم لگائے۔

آپ گر پڑے۔ لوگوں نے اٹھا کر گھر پہنچایا۔ جب آپ کو یقین ہو گیا کہ اب آخری وقت آ گیا ہے اور بچنے کی کوئی صورت نہیں ہے تو آپ نے بڑے بڑے صحابہ سے مشورہ کر کے چھ آدمیوں کے نام تجویز کر دیئے، ان میں سے جسے چاہو خلیفہ منتخب کر لو۔

اس کام سے فارغ ہو کر اپنے صاحبزادے عبداللہ کو بلا کر فرمایا ”بیس نے دس سال میں بیت المال سے جتنی رقم لی ہے اس کا حساب کرو۔ جب حساب ہو چکا تو فرمایا:

”یہ رقم میرے مال سے پوری کر کے بیت المال میں جمع کر دو۔ میرا مال تھوڑا ہو تو میرے خاندان والوں کو کہنا کہ وہ رقم پوری کر دیں۔“ امیر معاویہؓ نے حضرت عمرؓ کا مکان پوری رقم دے کر خرید لیا۔ یہ رقم بیت المال میں جمع کرادی گئی۔

مسلمانوں کا دوسرا خلیفہ اس دنیا سے رخصت ہوا تو اس کے ذمہ مسلمانوں کی ایک کوٹری بھی نہیں تھی۔ ساری امت پر خلیفہ کے احسانات کا اتنا بوجھ تھا کہ کسی کی گردن اوپر نہیں اٹھ سکتی تھی۔

پھر اپنے صاحبزادے کو فرمایا: ”حضرت عائشہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کر، عمرؓ کی تمنا یہ ہے کہ اپنے ساتھیوں کے پاس دفن ہو۔ حضرت عائشہ نے بخوشی اجازت دے دی۔ آپ بڑے خوش

ہوتے اور ساتھ ہی فرمایا کہ: "میری روح پرواز کر جاتے تو ایک دفعہ پھر جا کر اجازت طلب کرنا۔ شاید حضرت عائشہؓ کا ارادہ بدل جائے۔ ان کی اجازت کے بغیر مجھے وہاں دفن نہ کرنا۔"

وفات سے تھوڑی دیر پہلے فرمایا:

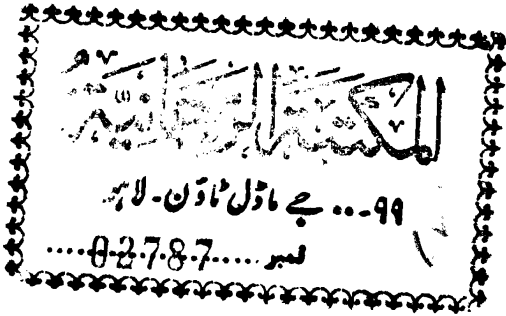
میرے کفن پر زیادہ رقم نہ خرچ کرنا۔ اگر خدا کے دربار میں میری حالت اچھی ہوگی تو مجھے اچھے سے اچھا لباس مل جائے گا۔ اگر وہاں حالت اچھی نہ ہوئی تو تمہارا قیمتی کفن مجھے کیا فائدہ دے گا۔ میرے جنازے کے ساتھ کوئی عودت نہ جائے۔ جنازہ تیار ہو جانے پر جلد از جلد مجھے دفن کر دینا۔ اگر میں خدا کی رحمت کا حق وار ہوں تو ضروری ہے کہ جلدی اس رحمت سے فائدہ اٹھاؤں۔ اگر خدا کی رحمت کا حق دار نہیں ہوں تو بُرے آدمی کا بوجھ خنثی جلدی اپنے کندھوں سے اتار پھینکو۔ بہتر ہوگا۔

خدا کے پیغمبر اور حضرت ابو بکر صدیقؓ کی طرح حضرت عمرؓ نے بھی ۶۳ سال کی عمر مآپی اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرہ مبارک میں نمیری قبر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی بنائی گئی۔

یہ اسلامی حکومت کا دوسرا نقشہ تھا۔ جس زمانے میں اسلام کی کبتیں دُور دُور پہنچیں۔ اسی زمانے میں وہ ساری بشارتیں پوری ہو گئیں جو رسول پاکؐ نے امت کو دی تھیں۔ ان پاک نمونوں کی پیروی کی جائے تو

دنیا پھر اسی طرح بہشت بن جاتے۔ جیسے ایک دفعہ بن چکی ہے۔

ختم شد



۱۱۷۵



